

عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر آیاتم شرقی کے وسط میں بمقام منیٰ نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا (ترمذی، تراز بہتقی ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابویعلیٰ، ابن مردودیہ)۔ بیہقی نے کتاب الحج میں حضرت سراء بنت نہبان کی روایت سے حضور کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ: میں نے حجۃ الوداع میں حضور کو یہ فرماتے سنا کہ لوگو، جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ آیاتم شرقی کے بیچ کا دن ہے۔ پھر آپ نے پوچھا جانتے ہو یہ کونسا مقام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا مشعر حرام ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا، شاید اس کے بعد میں تم سے نہ مل سکوں۔ خبردار رہو، تمہارے خون اور تمہاری عرقیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اور یہ مقام حرام ہے، یہاں تک کہ تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے۔ سنو، یہ بات تم میں سے قریب والا دور والے تک پہنچا دے۔ سنو، کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا؟ اس کے بعد جب ہم لوگ مدینہ واپس ہوتے تو کچھ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ حضور کا انتقال ہو گیا۔

ان دونوں روایتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نصر کے نزول اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے درمیان ۳ مہینے کچھ دن کا فصل تھا، کیونکہ تاریخ کی رو سے حجۃ الوداع اور حضور کے وصال کے درمیان اتنا ہی زمانہ گزرا تھا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے اور میرا وقت آن پورا ہوا (مسند احمد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردودیہ)۔ دوسری روایات جو حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہوئی ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سورہ کے نزول سے حضور نے یہ سمجھ لیا تھا کہ آپ کو دنیا سے رخصت ہونے کی اطلاع دے دی گئی ہے (مسند احمد، ابن جریر، طبرانی، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردودیہ)۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا اس سال میرا انتقال ہونے والا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت فاطمہ زہرا نے فرمایا میرے

خاندان میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے اگر ملوگی۔ یہ سن کر وہ ہنس دیں (ابن ابی حاتم۔ ابن مردودیہ)۔
 قریب قریب اسی مضمون کی روایت بیہقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بڑے شیوخ کے ساتھ اپنی مجلس میں بلاتے تھے۔ یہ بات بعض بزرگوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لڑکے بھی تو اسی لڑکے جیسے ہیں، اس کو خاص طور پر کیوں ہمارے ساتھ شریک مجلس کیا جاتا ہے؟ امام بخاری اور ابن جریر نے تصریح کی ہے کہ یہ بات کہنے والے حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علم کے لحاظ سے اس کا جو مقام ہے وہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ پھر ایک روز انہوں نے شیوخ بدر کو بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلا لیا۔ میں سمجھ گیا کہ آج مجھے یہ دکھانے کے لیے بلایا گیا ہے کہ مجھ کو ان کی مجلس میں کیوں شریک کیا جاتا ہے۔ دوران گفتگو میں حضرت عمرؓ نے شیوخ بزرگ سے پوچھا کہ آپ حضرات اِذَا جَاءَ نَعْوًا لِلَّهِ وَالْفَتْحِ كَيْفَ تَقُولُونَ؟ میں نے عرض کیا کہ اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ کی نصرت آئے اور ہم کو فتح نصیب ہو تو ہم اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کریں۔ بعض نے کہا اس سے مراد شہروں اور قلعوں کی فتح ہے بعض خاموش رہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباس، کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ انہوں نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے۔ اس میں حضور کو خیر دی گئی ہے کہ جب اللہ کی نصرت آجاتے اور فتح نصیب ہو جاتے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا وقت آن پورا ہوا، اس کے بعد آپ اللہ کی حمد اور استغفار کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اُس کے سوا کچھ نہیں جانتا جو تم نے کہا ہے۔ ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے شیوخ بزرگ سے فرمایا آپ لوگ مجھے کیسے ملتا کرتے ہیں جبکہ اس لڑکے کو اس مجلس میں شریک کرنے کی وجہ آپ نے دیکھی (بخاری، مسند احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن مردودیہ، بیہقی، ابن المنذر)۔

موضوع اور مضمون | جیسا کہ مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ جب عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو جائے اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کام مکمل ہو گیا جس کے لیے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو

جائیں کہ اُس کے فضل سے آپ آنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے، اور اُس سے دعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں جو ٹھول چوک یا کوتاہی بھی آپ سے ہوئی ہو اُسے وہ معاف فرما دے۔ اس مقام پر آدمی غور کرے تو دیکھ سکتا ہے کہ ایک نبی اور ایک عام دنیوی رہنما کے درمیان کتنا عظیم فرق ہے کسی دنیوی رہنما کو اگر اپنی زندگی ہی میں وہ انقلاب عظیم برپا کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے جس کے لیے وہ کام کرنے اٹھا ہو تو اس کے لیے یہ جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اللہ کے پیغمبر کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں ایک پوری قوم کے عقائد و افکار، عادات، اخلاق، تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست اور حربی قابلیت کو بالکل بدل ڈالا اور جہالت و جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اٹھا کر اس قابل بنا دیا کہ وہ دنیا کو مستحضر کر ڈالے اور اقوام عالم کی امام بن جائے، مگر ایسا عظیم کارنامہ اس کے ہاتھوں انجام پانے کے بعد اُسے جشن منانے کا نہیں بلکہ اللہ کی حمد اور تسبیح کرنے اور اُس سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، اور وہ پوری عجزی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے کلمات ہیں جو آپ نے اب پڑھنے شروع کر دیئے ہیں؟ فرمایا میرے لیے ایک علامت مقرر کر دی گئی ہے کہ جب میں اُسے دیکھوں تو یہ الفاظ کہا کروں اور وہ ہے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ دُئِنَ جَاءَ مُحَمَّدٌ مِّنْ رَبِّهِ، ابْنِ جَرِيرٍ، ابْنِ الْمُنْذِرِ، ابْنِ مَرْدُودِيَّةٍ، اِسْمِي سَلْتِي بَعْضَ رَوَايَاتٍ فِيهِ مِنْ حَضْرَةِ عَائِشَةَ كَمَا بَيَّانَ هُوَ كَمَا أَطَّأَ اِسْمِي رُكُوعًا وَسُجُودًا فِي كَثْرَتٍ يَهِيَ الْفَاظُ كَهَيْتِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ یہ قرآن (یعنی سورہ نصر) کی تاویل تھی جو آپ نے فرمائی تھی زنجاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، -

حضرت اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آپ کے آخری نماز جات میں اٹھتے بیٹھتے اور جاتے آتے یہ الفاظ جاری رہتے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، میں نے ایک روز پوچھا کہ یا رسول اللہ، آپ کثرت سے یہ ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر آپ نے یہ سورۃ پڑھی (ابن جریر)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ ذکر فرماتے رہتے: **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ** (ابن جریر، مسند احمد، ابن ابی حاتم)۔
ابن عباس کا بیان ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے لیے محنت و ریاضت کرنے میں اس قدر شدت کے ساتھ مشغول ہو گئے جتنے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے (نسائی، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن مردودہ)۔

تصحیح اغلاط

تفہیم القرآن جلد سوم میں حسب ذیل مقامات کی اصلاح کر لی جائے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۴	بھٹک	بھٹک
۹۲	۷	ہمیشہ میرے	ہمیشہ ہمارے
۳۳۶	۳-۴	پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں خاص فعل مباشرت کے لیے بولا جاتا ہے اور پیش لفظ	پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں صریحاً فعل مباشرت ہی کے لیے بولا جاتا ہے اور عرض سمجھا جاتا ہے ایسا لفظ
۴۲۷	۸-۹	جس روز تم اس کی طرف پٹو گے وہ تمہیں بنا دے گا کہ تم کیا کچھ کر کے آتے ہو	جس روز لوگ اُس کی طرف پٹیں گے وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آتے ہیں۔

تفہیم القرآن جلد پنجم میں حسب ذیل مقام کی اصلاح کر لی جائے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۹	۱۳-۱۴	حضرت عمرؓ نے اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو مستغنیٰ کرے اور جو اُس روزانہ سے شان رسالت میں ہو گئی تھی۔	حضرت عمرؓ نے اس گفتگو پر نام نہ لیا جو انہوں نے اُس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور صدقات جو اُس روزانہ سے شان رسالت میں ہو گئی تھی۔